UNIVERSAL LIBRARY
OU_222288
UNIVERSAL LIBRARY

TIGHT BINDING BOOK

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱٫۴۳۹۴۳۲م Accession No. ۶۵۵۴

Author بلاقیداس ب م

Title نذرق خرش برات عاشقان

This book should be returned on or before the date last marked below.

مذاق حزین

Checked 1963

المعروف

برات عاشقان

میور پریس دہلی محلہ چھیپل مہادیو میں باہتمام منشی بلاقیداس

مالک مطبع شائع ہوا

جملہ حقوق کاپی رائٹ محفوظ بعدالت ہیں

۶۵۵۳

مذاق حزیں

المعروف

برات عاشقاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسے معشوق کی تعریف کہ جس نے اپنے حسن سے دنیا کے باغ میں طرح طرح کے گل موجودات کھلائے ابراہیم سلطان کیا کر سکے اور ایسے عاشق کی توصیف کہ جس نے اپنے عشق سے مصرع ختم رسل خاتم پیغمبران علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا حزین ہیچمدان کیونکر ادا کر سکے۔ بہتر ہے کہ اس دریائے بے پایاں سے کنارہ کش۔ اور اس دشت پر خار سے پا فگار ہو کے قصہ حسن و عشق بیان کرے۔ آغاز حسن و عشق معانی کی کنواری لڑکیوں کا نکاح روشن بیانی کے لفظوں کے ناکتخدا لڑکوں سے

اس طرح ہوتا ہے کہ جب قاضی قضا نے چار عناصر کا اقرار نامہ لکھکر یعنے
حضرت آدم علیہ السلام کا پتلہ بناکے روح کو جسم سے نکاح کرنے کا
فتویٰ دیا۔ تو روح مجرد نے بدن کی دلہن سے نکاح کیا۔ پھر تو ہر ایک
گلشن شباب کے نئے پودے کو نکاح کرنے کی آرزو اور بیاہ کرنے کی
خواہش ہوئی۔ خاص میاں عشق کو جو حضرت جنون کے فرزند لئیق ہیں
اون کی اٹھتی ہوئی جوانی ہے۔ اور اس عمر کی نوبہار میں اون کا سینہ زرد
آنسوؤں سے سرخ ہے۔ خط کے سبزہ کے عوض دل کا غبار اون کے
چہرہ سے ہویدا ہے۔ اور عین نشو ونما کے دنوں میں بڑھ کی ڈاڑھی
کی طرح الٹی ترقی میں گرفتار۔ صد بلوغ کو پہونچکر انھوں نے اپنے سونے کے
بچھونے کو کردہ بیخوابی سے ہے۔ خیال کے بچھونوں سے پھول والوں کی دکان
سے بڑھ کر بنالیا۔ اور باوجود اسکے کہ ابھی تک دلوں میں انکا گذر نہ ہوا
تھا کہ اون کے دل میں نکاح کرنے کی ہوس اور دولہا بننے کا خبط سمایا
شوق کے معلم نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ کا سبق اُن کو پڑھایا۔
ہنوز انھوں نے مشاطہ نظارہ کو بلاکے آنسوؤں کے موتی دئے اور کہا
کہ کوئی دلہن ڈھونڈو۔ اور میری بیقراری کی آگ آتشکدہ وصال سے

پانی سے بجھا کو بیچاری مشاطہ بر سوں شاطروں کے تیل کی طرح اور عاشقوں کے وہم کی صورت ادھر ادھر پھری - ایک دن ادس کا گذر حسن کے کوچہ میں ہوا. وہاں ایک معشوقہ ایسی دیکھی.

اشعار

ایک خورشید لقا طرفہ جوان ارشق
تاب رخسار فلق سرخی رخسار شفق

وہ جبیں ماہ مبیں سیہ خط چین جبیں
تھی وہ انگشت بنی جسنے کیا ماہ کو شق

کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھ کر کھینچ لے دل زلف مسلسل کی وہق

تیر انداز جو مژگاں تو دادشنہ گذار
چشم ابلق تو نگہ ترک سوار ابلق

غمزہ و ناز و کرشمہ وہ بلا غارت گر
کہ نچھوڑیں تن عشاق میں جان ایک رمق

سرو قامت سمن اندام گلستاں خسار
ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق

سرو قامت ہے اگر اسکے ہو طوبی ہمسر
راست ہاں راست کہ ہی کل طویل احمق

شکر آمیختہ بادام مقشر دندان
سیب فردوس زنخداں لب خنداں فستق

مصحف روے کتابی کو جو دیکھو اسکے
تو کہیں صورت اخلاص نہ پاؤ مطلق

بست بازو و بر دوش عجب صبح بہار
پنجہ در پنجہ خورشید حنا رنگ شفق

سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا
ناف ایک عکس ذقن اسمیں بجاے زورق

نازک ایسی کمر کہ سمجھنا ہے مشکل — جسطرح شعر خیالی کے معنی ادق
اسکا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اُسے — آئینہ آب خجالت میں وہیں مستغرق
قد جو گلبن تو وہ پانوں کے حنائی ناخن — نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گلکے ورق

یہ دلربائی کے آسمان کے آفتاب ناز کی مسند پر مغروری کے تکیے پر تکیہ کیے ہوئے نخوت و خودبینی کے پاؤں پھیلائے عجب انداز سے بیٹھی تھی۔ شعر

کچھ گندھے کچھ کھلے وہ سر کے بال — سایۂ عشق قوں سے ملکی بال

سفاکی کی سنگار میز میں بیدادی کا آئینہ پیش نظر ایسیں تلبیس ادھر ادھر جن میں خاص الخاص بی بی بیرحمی غفلت المنا۔ بے پروائی ہانم تغیر بیگم فراموش جان۔ بھانہ بائی۔ استغنائی بانو پیہ

القصہ مشاطہ کی نگاہ جو ہیں حسن پہ پڑی۔ نگاہ کو تاب نہ رکھ سکی آئینہ کی طرح ہک بک ہوکر بے ہوش ہو گئی۔ جب اُس کی زلف کی ہوا اسکے دماغ میں گئی تو یہ ہوش میں آئی اور سنبھلی سنبھلکر حسن کی ان بی بی ملاحت بانو کو جنھوں نے حسن کو پالا تھا جھک کر نیچی مژگاں سے سلام کیا اور کہا۔ اے بی بی پردہ نشین واے بانوے تمکین تجھے معلوم ہو کہ عشق کے دل میں حسن کے شوق کی آگ ایسی بھڑکی ہے۔ کہ دل کام سے اور کام ہاتھ سے

اور ہاتھ گریبان پھاڑنے سے بیکار ہوگیا۔ مصرع

گیا دونوجہاں کے کام سے وہ جو دھرکا رہا نہ اُدھر کا رہا

شیریں اور فرہاد کا عشق۔ لیلے اور مجنوں کی محبت۔ یوسف اور زلیخا کی چاہت
نل اور دمن کا تعشق۔ ہیر اور رانجھا کی دلبستگی۔ محمود اور ایاز کی الفت اُسکی
حالت کی ایک ادنےٰ نقل ہے۔ اگر سچ پوچھو تو بلبل نور وزی کے نالے
کہ جنکا شور وغل عرب وعجم میں ہے۔ اُسکے سوز وگداز کے نالے دھوکا
ایک شمہ ہے۔ سمندر کی تپش وبیقراری جو آگ کے فراق میں ہے اوس کے
شوق کا ایک تنکا ہے۔ اگر غور سے دیکھو تو سرو کی بندگی کا طوق جو قمری کے
گلے میں ہے اُسکے کمترغم کا ایک چھوٹا سا حلقہ ہے۔ اُسکی سرگشتگی سے تھوڑا
سا حصہ پروانہ کو ملا ہے۔ اسیوجہ سے اُسکو پروا نہیں کہ اُس کی شہرت
کی شمع محفلوں میں کیونکر روشن ہوتی ہے۔ اسی طرح اُس کی معشوق پرستی
کے آفتاب کی چمک ذرا سی دیکھی ہے۔ جو محبت کے میدان میں حربا آفتاب
پرستی کیا کرتا ہے۔ اسے بی بی ملاحت بانو یہ دلسے دور رکھو کہ ایسا دلہا اتنی
خواہشوں اور ایسی چاہتوں سے خواستگاری کرے۔ بے تامل قبول کرو نسبت
اچھی ہے۔ خدا راست لائے۔ شعر

ایسا مشتاق جمال یک نپاؤگی کہیں — گرچہ ڈھونڈو گی چراغ رخ زیبا لیکر

ملاحت بانو نے جو یہ بات اوس شیریں بیان سے سُنی - شور کیا اور بگڑ گئی اور ترش رو ہو کر بولی کہ تو کیا بکتی ہے اگر یہ زٹل ہے تو خواہ مخواہ بیہودہ گوئی سے کیا حاصل اور اگر سچ ہے تو ہمکو کیوں رنج دیتی ہے - سبحان اللہ یہ خوب مزے کی بات ہے - ارے بیوقوف ملک و دولت کی شاہزادی ہوا و ہوس حُسن کی خواستگاری کو آئے - مگر اُسکی مژگاں کی زبان دراز گروہ نے ایسا دھتکارا کہ اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئی - **شعر**

دل میں تھے منصوبے بُرے کہ بھلے — ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا

جب اُنھوں نے جان لیا کہ اِس دُلہن کا مہر معجل جان ہے اور رونمائی دین و ایمان - آخر لاچار ہو کر ہر ایک نے اپنا راستہ لیا - اب ایک بے سر و سامان حیران پریشان - بیوقوف - بازاری - جنگل کا رہنے والا - گلیوں میں پھرنے والا - بیدین - زرد رو - نالے کرنے والا - اُجاڑ سے خوش ہونیوالا مفلس - خونِ جگر کے شرابخانہ کا شرابی - اندھے نصیبے کے جوئے خانے کا جواری - بیطاقت بیقدرت - ضعیف - نحیف - بیقرار بے چین - خراب خستہ ذلیل رسوا حُسن کی خواستگاری کرتا ہے - اور مفلسی کی حالت میں ایسی

سوئے کی چڑیا کو پھندے میں پھنسانے پر مرتا ہی **اشعار**

اُس سے کہدو ذرا نہ اترائے ‏ — منہ کو دہو ڈالے ہوش مین آئے
یہ کہاں وہ کہاں بھلا سوچے ‏ — اپنے جی مین ذرا تو شرمائے
جُفت ہو زاغ سے بھلا بلبل ‏ — خوب اسنے نیا کھلایا گل
جاکے اُس بیوقوف سے کہدو ‏ — اپنے جی سے کسی پہ عاشق ہو
وہ رہے گا اسی تمنا میں ‏ — دھو رکھے اپنا منہ گر چاہیے

اُسے چاہئے کہ جیسا وہ ہے ایسی ہی کسی دیوانی۔ سڑن۔ سودائن۔ بے نام ونشان۔ فقیر حقیر بے شرم بے حیا۔ بے صبر بے تاب کو ڈھونڈے کہ خدا کا کلام وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ۔ اسکا گواہ ہے۔ اُسکو اس سے کیا نسبت اور اسکو اُس سے کیا مناسبت۔ **شعر**

کبوتر با کبوتر باز با باز ‏ — کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

بیچاری مشاطہ کو جو ملاحت بانو نے بمزہ ہوکے صاف جواب دیا۔ یہہ سُنتے ہی حُسن کی زلف کی طرح پریشان ہوئی۔ لیکن اُسکے گلرخسار دیکھنے کے شوق میں دل کو سنبھال کے یہہ شعر پڑھنے لگی۔ **اشعار**

تمھاری کڑوی باتو لنے ہماری محو ہستی ہے ‏ — تعجب ہے کہ مے میں بھی نمک اور دونی مستی ہے

ہماری مٹھی خالی ہے برنگ غنچۂ پژمردہ
ہم آزردہ ہیں جس سے وہ ہماری تنگدستی ہے
گہر کا عیب کیا ہے گر وہ بیٹھا تہ میں دریا کی
ہمارا اوج آگے قدر دانونکے یہ پستی ہے
دعا کا تیر اپنے جوشن افلاک سے گذرے
ذرو بیمے کہ دیکھیے ہماری صاف شستی ہے

پھر لگا دے گل رخسار کی حسرت میں تھوڑا سا آنسوؤں کا گلاب بیخودی کے منہ پر چھڑکا۔ اور زبان کو مغز بادام کی طرح نرمی اور چکنائی سے میٹھی باتوں کی شکر لپیٹ کر کہا۔ تری زلف کی عمر اُمید کی درازی سے زیادہ اور کرشمہ کی بجلی عشق کی آگ سے تیز تر ہو۔ خدا کی قسم حسن کی خوبی میں کیا شک ہے۔ **شعر**

نکلنے کی جگہ ہر خوب کی ہے
ہے یوسف شکل گر یعقوب کی ہے

یہ ایسی عالی نسب ہے کہ اگر اس کا شجرہ دیکھو تو وہی نور ہے۔ کہ جس کے فروغ سے موجودات کے پھول رنگ برنگ کے کھلے ہیں۔ ہمہ اوست اور ہمہ از دست اُس کی شان میں درست ہے مگر ہوش کی شراب کے بے ہوش جنھوں نے خونِ دل کی شراب الضاف کے پیالہ میں پی ہے اور جگر سوزی کے کباب صداقت کی سیخ پر لگا کے دل کی خلش کی آگ پر بھونکر کھائے ہیں۔ وہ خوب

جانتے ہیں کہ جیسے حسن دنیا میں منتخب ہے ایسا ہی عشق بھی زمانہ میں یکتا ہے۔ اگر وہ جہان کی جان ہے تو یہ جان کا جہان۔ غرض دونو بصارت کی آنکھیں اور سماعت کے گوشوارے ہیں بنسبت دونو شریفونکی لایق اور وصل دونو لطیفوں کا بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کے موافق۔ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِینَ وَالطَّیِّبُونَ لِلطَّیِّبَاتِ۔ اور تونے جو زبان فصاحت بیان سے یہ کہا کہ شایان ہوا و ہوس کے دل میں حسن کا خیال ہے اور سر میں سودا یہ دل جلا بوالہوس کہاں۔ مجھ خاکسار عاجز کو اتنی طاقت اور قدرت نہیں کہ اس کا جواب دوں تمہاری خفگی سے ڈرتی ہوں لیکن **مصرع**

عشق کے مذہب میں حضرت ناامیدی کفر ہے

میں بحسب حال چند شعر پڑھتی ہوں۔ **مثنوی**

فرہاد سے کیسے کہا سن تو یہ ذرا	بیہودہ جانکنی یہ کہانتک مجھے بتا
خسرو کے پاس شیریں ہے اور تو ہی آپ سے دو	ہے تیرے بخت شور کا کتنا بڑا قصور
اسکی زبان سے جو ہیں یہ فرہاد نے سنا	کی آہ اور دیکھکے منہ اسکا رو دیا
اسباب سے دو چند ہوا اسکا درد و غم	دلمیں جگر میں بڑھتا چلا اسکا درد و غم

حالت تھی جانکنی کی نہ جیتا نہ مرتا تھا
کہنے میں ایک حرف کے دو نالے کرتا تھا

اِس تلخ گو سے تھام کے دل آسنے یوں کہا
شیریں کے عشق میں نہ ستا مجکو بہانے جا

غم پیشہ ہوں خیال سی اُسکے نہیں بری
افسوں سے مینے شیشہ میں کی بند پری

تنہا نہ اُسکی نذر دل و جان ہی کیا
شیریں یہ جان شیریں بھی ہم کرچکے فدا

کیوں نا اُمید کرتا ہی مجکو جہاں میں
لاتقنطو پڑھا نہیں تونے قرآن میں

زنار چیونٹی کو پہنائے جو عشق ہاں
ہو ملک دید کی و سلیمان بیگمان

خسرو کا زور چل نہ سکے شاہ حسن پر
ہے وہ بھی اک فقیر سا درگاہ حسن پر

شاہوں کو سوز عشق سی کیا کام ہی بھلا
رکھتا ہے کب شرار بتا سنگ لعل کا

اے یار سوز عشق کہاں اور شہ کہاں
ویرانے ہی میں گنج تو ہوتا ہے بس نہاں

اے عصمت کے پردے میں رہنے والی۔ اور عفت کا لباس پہننے والی۔ یہ سوچ لے اگرچہ ہوا و ہوس ملک و دولت کے بادشاہ ہیں۔ لیکن حسب و نسب میں عشق کو نہیں پہنچتے۔ کیونکہ عشق باپ کی طرف سے معرفت زادہ ہے اور ماں کی جانب سے محبت نوادہ۔ خدا کا محبوب ہے اور محبوب کا مرغوب اُسکی سرداری ہر فرد بشر پر ظاہر ہے۔ اور اُسکی شرافت سے ہر ایک ماہر انسان اسی گوہر شب چراغ بیش بہا کی امانت داری کے سبب سے جہالت

کے افلاس سے بچا۔ اور ظلم کے اندھیرے سے نکلکر انصاف کی روشنی میں آیا۔ اِس ظاہر کے فقیر۔ اور باطن کے امیر کو دامادی میں قبول کر۔ کہ قبولیت کی خوبی۔ اور خوبی کی قبولیت ہو۔ لڑکی کو بے شوہر۔ بے صیقل آئینہ کی طرح نہ رکھ۔ کہ ناز کو نیاز زیبا ہے۔ سچ ہے اللہ تعالٰی ہُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّہُنَّ۔ جب ملاحت بانو نے مشاطہ کی یہ باتیں سُنی تو اپنے پستہ لب کو تبسم کا نمک چھڑک کر کہا۔ مطلب مُطَّلب بودہ۔ بس از تکرار مردم مطلب شد۔ یعنی لفظ مطلب اصل میں مطلب تھا۔ طلبیدن کی نہی۔ کثرت استعمال سے طا کی حرکت جاتی رہی۔ غرض یہ ہے کہ بہت کہنے سے کمی واقع ہوتی ہے جُپ رہو۔ مگر اے نظارہ تو نے ایسی باتیں کہیں کہ میں انکار نہیں کرسکتی۔ اچھا آنسوؤں کی تسبیح تو لا کہ میں استخارہ دیکھوں نظارہ نظارہ نے زبان اشارت سے کہا۔ مطلع

ہر چند عشق را بجز از گریہ چارہ نیست　　　در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اور جو مجھے فال ہی دیکھنی منظور ہے۔ تو دل کا سیپارہ کہ جسمیں صورت اخلاص ہے حاضر ہے۔ القصہ حُسن اور عشق کی نسبت کے واسطے جو فال دیکھی تو قولہ تعالٰے سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ نکلا۔ اب تو ملاحت بانو کو قبول ہی

کرنا پڑا۔ **اشعار**

مشاطہ نے قبولکی آواز جب سُنی — کودی وہ اپنی جائے سے اور مثل گل کھلی
جوش خوشی سے بھولگئی راہ چشم کی — اندھونکی طرح پھر وہ نہ آنکھونکو پائکی
جاکر کہا یہ عشق سے ای شاہ عاشقاں — تجھکو مبارک حسُن ہو محبوبہ جہاں
مشاطہ کی زبانسے جو ہیں یہ خبر سُنی — دستار عقل عشق نے سر سے اُتار دی

اور بیتاب و بیقرار ہو کے شوق کے پاس گیا اور کہا اے بُلند خیالی کے بجومی دل کے اضطرلاب میں فال دیکھ۔ اور ایسی نیک گھڑی بتا کہ آفتاب حسُن کا مشتاق ہو۔ اور ایسی فال نکال جو زہرہ اور مشتری کی تثلیث سے دوستی کی نظر ہو۔ شوق نے جسوقت عشق کے طالع کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو ستارے ایک بُرج میں ہیں اور آسمان کے خطوں مین قولہ تعالے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ۔ لکھا ہے اور حسُن کی پیدایش کے طالع کے ستاروں سے۔ قولہ تعالے۔ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ۔ روشن ہے۔ پھر تو دن اور وقت معین ہوا۔ اور عشق نے اپنے یاروں اور کنبے داروں کو بُلایا۔ جس میں خاص حسرت اور بے اعتباری و ناکامی و بے سرانجامی

کو ساحق کی سرانجام کے واسطے بُلایا۔ اُسیوقت سب آ گئے۔ اور ہر چیز
کے تیار کرنے میں مشغول ہوئے فرض تقدیر کے کاریگروں کی مدد
سے خیال کے کارخانے میں کام کی تدبیر کرنے لگے۔ جو جس کے پاس
تھا وہ بطور نمونہ کے خوان برداروں کی طرح اخلاص کے خوانوں میں
لگا کر لایا۔ آنسوؤں کا گلاب۔ چرب زبانی کا تیل۔ رُخ کی زردی کی
زعفران۔ خون جگر کا شہاب دل کی شیشیوں میں بھرا۔ اور تلون مزاجی
کے کاغذ کے رنگ برنگ کے پھول۔ اغیار کے قطع نظر کی قینچی سے
کترے۔ داغداری کا لالہ۔ دوختہ نگاہی کی نرگس۔ فرمانبرداری کا نا
فرمان شکستہ رنگی کی مناسخن کے حلوائی نے شیریں نقل کے نقل بنائے
اور جان شیریں کے قرص تیار کیے۔ شیریں ادائی کے کھانڈ والے
نے شاخ نبات کی میٹھی باتوں سے نبات کے کوزہ جمائے نکہت
عطار نے غبار خاطر کا عنبر دل کے پردے کی صافی میں چھانا۔ خرد کی
جُلائی نے یہی طلائی زلفت اور دیبائے زیبا کو جو تار نگاہ کے تانے
بانے اور پلکوں کی پہن سے بُنی ہوئی تھی حاضر کیا۔ بے برگی کے پنواڑی
نے سبز بختی کے پان کے بیڑے بنائے۔ جان سپاری کی چھالیا اور فسو خشکی کا

چونہ خون اشک کا کتھہ۔ اُس میں لگا کے آہ کے تار سے باندھے۔ داغ دل کے پھول والے نے اُمید کی چنبیلی اور آرزو موتیا کی کلیاں نظر کے تاریں پروکر سہرا اور بدھی بنائی۔ پنساری چاہت خوشرنگی کی مینڈھی ڈھونڈکر لایا۔ بے منوبے سُنار سے سفید بختی کی کھری چاندی۔ اور زرد روئی کے خالص سونے کا زیور بنواکر۔ حزین سے یکرنگی کا ملمع کرایا۔ اور ہوس مرصعکار سے لب و دنداں کے خیال سے موتی اور یاقوت جڑوائے نالہائے دردانگیز کے گویّے جو زلف کی مروڑ کی یاد میں اپنی آواز کو ہلاتے تھے۔ اور دلکی بیتابی سے ناچنے والے جو مُرغ بسمل کی طرح وجد میں آتے تھے۔ اور خصوصیت کی راہ میں قدم آگے بڑھاتے تھے یہ غزل گانے لگے اور ہنگامے کی گرمی سے صبر و طاقت کے خان و مال کو جلانے لگے۔

غزل

ہے خوشی کا وقت اب اے ہمدمو عشرت کرو
جو خوشی رکھتے ہو اُسکو صرف اِس صحبت کرو
وصل کے گلزار کی بُو نشئہ مے سے خوب ہے
غنچہ مینائے دل میں پُر مےُ نکہت کرو

ہے بہار آنے کو موقع اب قدح نوشی کا ہے
غم کو مارو جان سے خونِ دل حسرت کرو
حُسن کے ہے یاد میں آراستہ شہرِ خیال
مردمِ دیدہ نگہ سے گھر کی تم زینت کرو
آئی شادی اُسکے استقبال کو آپے سے جاؤ
بعد مدت عیش آیا ہے تم اب عشرت کرو
بزمِ خوشحالی ہے لیکن سرو ہے عالی بغیر
اے حزیں تم لاکے اُسکو گرم یہ صحبت کرو

حسن کے گھر ساچق کا جانا عشق کی طرف سے

وہ وقت نہایت نیک انجام کہ جس میں عشق کی طرف سے ساچق گئی اور قبول ہوئی۔ ابرو کے اشارہ کے نقیب نے حیّ علی العیش کی آواز دی اور کہا جسقدر ناز کے شہر میں کاریگر ہوں۔ شادمانی کے کارخانہ میں آویں

اور حنابندی کے سامان واسباب میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں۔ ایسا نہ ہو
کہ کوئی نام رکھے۔ تبسم حلوائی۔ استاد بے بدل نے شکرخند کا ایسا قند بنایا
کہ مصریوں کو حیرت کی انگلی شل گئنے کے ہوئی۔ اور مرزا رعنائی شماعی نے
نرم اندامی کے کافوری موم سے ایسے موزوں پیڑ بنائے کہ سرو آزاد
نے فاختہ کے طوق کا اپنے کان میں حلقۂ بندگی ڈالا۔ گرم اختلاط کی
پینڈیاں برق جمال کے سنہری ورقوں میں لپیٹیں۔ اور پستان کی
کھوپرے کی بٹیوں پر مہتاب غبغب کے روپہلی ورق لگائے۔ آبرو
کا گلاب سر خسروی کی پینڈھی۔ نگاہ کے زرتاروں کا رومال بنایا
غمزے کے پان۔ اور عشوہ کے پھول جسقدر ناز وکرشمہ کی نظر اور دماغ
میں کھپتی تھی اور یکتائی تماشائیوں کے پردۂ چشم کی حریریں کاغذ سے
جس میں رخسار اور زلف اور بناگوش اور چشم کا عکس۔ لالہ و بنفشہ و یاسمن
و نرگس کی مانند معلوم ہوتا تھا پھول بنائے۔ اور سینہ صافی کی ابرک
سے خیالی فانوسیں بناکے جمال کی شمعیں اُن میں روشن کیں۔ نار کے گویوں
نے مژگاں کے ستار اور زلف کے حلقہ کے دائرہ سے عاشق نواز یکا
قانون درست کرکے جان کی رگ پر نفس کے تار کی مضراب لگاکر دلوں

کو بے چین کیا اور یہ غزل شروع کی۔

غزل

آج یہ مجلس رنگیں حنابندان ہے
اسکو جنت نہ کہو اُس سے یہ صد چندان ہے
روئے گل شوق سے ہے آج شگفتہ دیکھو
جوش عشرت کے سبب غنچہ ہر اک خندان ہے
آنکھ سے بہر تماشا نکل آئی ہے نگاہ
خانہ اب خانہ نشینوں پہ ہوا زندان ہے
مست ہو جام گل عیش سے اے بلبل شوق
بیخودی آجکی دل کار خردمندان ہے
انجم ہین فندق جانان پہ بقول عالی
غنچہ کیا ہونٹ چبائے کہ وہ بے دندان ہے

جب جشن حنابندی بہار کے موسم کی طرح خوشی سے گذرا۔ اور دُلہن کی انگلیوں کے سرے مانند بہشت کے عناب انگشت نما ہوئے۔ دوسری رات کو بموجب اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِب۔ جب آسمان کے چھپر کھٹ

یں چاند کی دُلہن کو تاروں کی سہیلیاں لیکر بیٹھیں۔ تو دونو طرف کے
لوگ شادی کے سامان میں مشغول ہوئے۔ آنکھوں کے نور کی مشعلیں
اور خیال کی فانوسیں روشن کین شوق کی آتشبازی چھوٹنے لگی۔ دل و
جگر کی ٹٹیوں میں حسرت و یاس کے داغوں کے پھولوں کی آرائش
لٹنے لگی۔ مستانہ ہائے دہو کے اتنے گویہ جو وسعت آباد تصور میں نہ سماویں
جمع ہوئے اور مبارکبادی کی چیزیں گانے لگے۔ پھر تو غمزہ حمامی نے
عشق کو فلاکت کی چوکی پر بٹھاکر پہلے جان سے ہاتھ دہلوائے اور آب
دیدہ سے طہارت کراکے خون جگر سے وضو کرایا۔ پھر اُمید کا اُبٹنا اور
آرزو کی مہندی ملکر گرمجوشی سے مہر اور قہر کے سموئے ہوئے پانی سے
نہلاکے دولہا بنایا۔ سرگردانی کی پگڑی سر پہ باندھ کر پریشان دماغی
کا طرہ اُسپر لگایا بے سروپائی کے کپڑے پہناکر سادہ لوحی کے اطلس
کی قبا اُسپر پہنائی دل بستگی کا پٹکہ کمر سے باندھا اور شوریدگی کا سہرا
جانبازی کا جیغہ سر پہ باندہ کر بیخودی کی بےلگام گھوڑے پر سوار کیا
اپنے نسبی اور سببی سب ساتھ ہوئے۔ ایک طرف نسبی جسمیں سلطان
نگاہ راجہ حسرت سنگھ۔ جان نثار خاں۔ اخلاص مرزا۔ سید محب اللہ

صحبت پہلوان۔ دلاور جرأت۔ ملّا قالغ خاکساری۔ خواجہ آشوب بیقراری۔ آقائے مستمند نیاز۔ سمندر بیگ سوز وگداز۔ میر محو خوئے حیرانی۔ شیخ عاجز ناتوانی۔ درویش حیرت و پریشانی۔ حاجی قربان جانفشانی۔ میاں انیس وداد۔ ناظر الفت واتحاد۔ رئیس طالب شوق مہتر صادق اُمید۔ حافظ صوفی نالہ۔ حکیم حاذق الاعلاج۔ دوسری طرف یہ لوگ تھے جنمیں۔ میر جنگی مازندرانی۔ تاجر بیگ بربری۔ سید شجاع الدین عرب۔ ملّا فضل شیرازی۔ میر صالح استرآبادی۔ رب العزت خاں افغان۔ خواجہ مجبل کشمیری۔ ملحد گیلانی۔ شلطاق بیگ اُزبک۔ آقا درشنہاسے اصفہانی۔ اُستاد ہنرمند فرنگی۔ میاں کالے ہندوستانی۔ مرزا بوالہوس ہندوستان زاد۔ دیوث بیگ یزدی۔ حافظ فقیر اللہ لاہوری۔ درویش قلندر راد دہلی۔ خواجہ ممیر الدین خراسانی رئیس احمق تبریزی۔ پہلوان عقرب کاشی۔ آقا بلبچہ قزلباشی۔ شیخ رسنی حانی۔ شیعہ بیگ سبزواری۔ نصر اللہ طوسی۔ مغرور داس راجپوت یہ سب لوگ عشق مجنونی کے ساتھ حسن کے مکان جست نشان تک گئے۔

اشعار

تعالے اللہ عجائب وہ مکاں تہا — کہ جنت غیرت و رشک جناں تہا
برہمن سجدہ کی کرتے تھے اُمید — سمجھکر شمسۂ ایوان کو خورشید
تماشائی تھا چرخ سفلہ پرور — مہ و خورشید کی عینک لگاکر
ہوئی طاقت تماشا دیکھکر طاق — کہ تہی محراب جنت ابروے طاق
جہاں پر جاتی تھی پھولوں کی ترنگ — جو باغ آرزو صدہا کھلے رنگ
کھلے جب غنچۂ دل پھر تو بالکل — ہوئے گل غنچے اور غنچے ہوئے گل

ابیات

جو جکے سہرے لگاتی تھی شجر اُس کے گل
جو تمیں کہتی انا الحق تھے وہاں پتے گل
اُسکے اشجار سے شرمندہ قد ماہوشاں
لب عناب کجا سیب زنخداں کہاں
اُسکے انار سے ہوں سخت بھلا پستان کب
اُسکے ترنج سے شرمندہ ہو دل میں غبغب
اُسکی بلبل کو ارم صورت قلقل ہووے

شوق میں اُسکے حرص بیضۂ بُلبل ہووے
مثل تسنیم و نہروں کا مصفا پانی
جسکے پینے کی ہوس دل میں خضر کے ہیگی
حوض سے اُسکے خجل دل میں ہے آب کوثر
ہوکے شرمندہ اندہیرے میں چھپا آب خضر
سُہتیں اُس حوضکی اُس چشمہ میں جاتی ہیں مدام
موجیں سب سطریں بنیں خط غلامیکے تمام
جوش میں رو حکولاتا ہے ہر ایک فوارہ
پانی ہوتا تھا دل ہر ایک کا دم نظارہ
وہ زمیں اور یہہ جہاں کونسی نسبت اِسمیں
آسمان اور زمین کا ہے تفاوت جسمیں
آدمی کی اگر اس خاک سے خلقت ہوتی
جانکی اُسکو نہ ہرگز کبھی حاجت ہوتی

الغرض اُس نیکبختی کے مکان میں زینت فراش نے خوشی کا فرش بچھایا۔ در استغنائی کے تکیہ ناز سے بھرے ہوئے ناز و نعم کی جگہ لگائی۔ عشق

محل بے خوابی کی مسند پر سخن دل نشین کی طرح بیٹھا۔ اور حسرت کی آہ
قیامت کے غل وشور کی طرح دل سے اُٹھی۔ وہ عورتیں جو حسن کی
طرف سے مہمانداری کو مقرر تھیں۔ انھوں نے نہایت دلنوازی اور
خاطرداری سے ہر ایک کی بقدر مرتبہ دلجوئی کی۔ اور محفل کا انتظام
بہت اچھی طرح کیا۔ وہ عورتیں یہ تھیں۔ نازپرور خانم غمزہ دلربا
خاتون عشوہ۔ زیور بانو۔ آرایش بوبو۔ روح افزا۔ خوشبوئی بی بی
مسمی گجراتی۔ آپالی سرمۂ صفہانی۔ بیچۂ وسمہ کابلی۔ اوا پہ گلگونہ کشمیری
مامائی غازہ فرنگی۔ غرض تھوڑی دیر کے بعد خمیازہ وصال کی پیالے
میں شہادت کا شربت بھر کے عشق کو پلایا اور معشوق کی نشیلی آنکھوں
کی جام کو مدہوشی کی شراب سے بھر کر گردش میں لائے۔ اور حسرت
بوسہ کی گزک چکھائی۔ حسن کے مشکین خال دیکھنے والوں کو شراب سے
زیادہ مستی ہوئی کیونکہ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُہٗ مِسْکٌ۔ اس کے
مطابق ہے۔ عناب لب و نارنج غبغب و سیب زنخدان و نار پستان
کا مزہ آرزو کے منہ میں آتا تھا۔ اسکی شان میں وَفَاکِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّا مَقْطُوعَةٍ
وَلَا مَمْنُوعَةٍ۔ صادق ہے۔ غمزے کے گویوں اور عشوہ کے بجویوں نے کاسہ

چشم کے طنبورے کو جو ایک مدت سے ہجر کی گوشمالی پائے ہوئے تھا بسنا کر نگاہ کی دونو تاروں کو درست کیا اور ناز کی شہنا سے ملا کر ہر گوشے سے دیدار بینی کا لہرا مخالف سے دور اور پردہ داران راست فہم بزرگ و کوچک کیموافق شروع کیا۔ اور نگار بستہ انگلیوں سے عشاق نوازی کا قانون بجا کر فراق کے بینواؤں کو جو غم و الم کے بوجھ سے چنگ کی طرح جھک گئے تھے اور مجیر حیرت کے دائرے میں بیٹھتے تھے سیدھا کیا۔ اور سارنگ معشوق آہنگ دلبر لیسے بجا کے یہ غزل شروع کی۔

غزل

ساقی ہے مے ہے نغمہ ہے گلزار و یار ہے
دیوانو آؤ دیکھو کہ جوش بہار ہے
وہ حسن اور ادا جو ہیں روپوش فہم سے
یہاں نقش اور نگار میں اون کی بہار ہے
کب تک کہوگے آنکھ سے دیکھا ہنیں ہے حسن
آج آکے دیکھ لو شب بوس و کنار ہے
مانند بوئے گل وہ نہاں ہے تو کیا مگر

ہر برگ گل کو دیکھو تو آئینہ دار ہے　　کیا شے ملا کے خاک میں پیدا کیا بشر
دیکھو تو ایسی گرد میں کیسا سوار ہے

رکابدار رغبت نے طرح طرح کی نعمتیں خوش مزہ دسترخوان پر ایسے سلیقے سے چنیں کہ حسرت کی رسم جہاں سے کہوئی۔ **شعر**

چو نقش ہوس ہوا نے آراستہ　　مہیا در و ہر چہ دل خواستہ

اگر ان کھانوں کی تعریف لکھی جائے۔ تو قلم کی ہڈی سخن کا گودا ہو ... دربار حرص و اشتہا نے بھوک کے نمک پر وردوں کو کہا۔ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ اور مہتمم خواہش نے گرسنگی کے وظیفہ خواروں سے كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ کہا۔ پہلے ہی انگلیاں ایسی روٹی پر پہنچیں جسکی خوبی کے سبب ... حضرت ... کی قوم نے حطہ کی عوض جو حنطہ کہا۔ ٹھیک کہا۔ اُسکے خمیر روح کا جوہر آب حیات سے کندھا۔ نور علی نور کی صداقت اور اسکی لطافت کی غیرت سے آگ پانی۔ و قا التنور کی حالت۔ **شعر**

بیاں کی حد سے خوبی اس کی برتر　　سلونے حسن گندم گو۔ لسے ٹرھکر

قطعہ

واہ کیا نان کہ ایسی کسی عالم میں نہیں　　سفرۂ خسرو و خاقانکے دجم میں نہیں

گیہوں یہ جنت فردوس سے جو بھر نہیں کم ۔ نادم اس سے ہیں گر آدم تو وہ آدم ہی نہیں

شعر

دونان ایسی ہو دین پھن جسکے خوان ہیں ۔ وہ کب اُٹھائے منت دونان چھلنیں

جسوقت آفتاب گردہ خوان کے آسمان سے نکلا۔ تو خورشید جہانتاب شرمندگی سے ابر کے پردہ میں چھپا اور پنیر کی چکتی کا ماہ جب دسترخوان پر دکھائی دیا تو چاند نے خجالت کے غم سے قالب خالی کیا۔ بہشت کی نعمتوں سے کلہ بنکلے۔ پالی کا مزہ دہان کے سوا جنت میں نہ پائے پلاؤ کا ہر چانول جسکو بلحون نے برسوں استعمال کیا تھا۔ شیریں دہنوں کی زبان کی طرح زخم حسرت پر نمک چھڑکتا تھا۔ سویاں آب حیات اور عمر کی درازی کے سبب سے خضر کی برابری کرتی تھیں۔ گرسنہ چشموں کے مُنہ کے پانی کو خشکہ خشک کرتا تھا فاقہ کے وار اجہاد کے شکم پرست جو بھوک کے زخم سے قریب مرگ تھے ہریسہ اُنکے لئے مرہم ہوا۔ اِنکے سوا یخنی پلاؤ۔ قورما پلاؤ۔ سیر پلاؤ۔ سادہ پلاؤ۔ کوکو پلاؤ۔ مرصع پلاؤ۔ فالسہ پلاؤ۔ چلاؤ۔ بریانی۔ زیر بریانی۔ زیر بریانی شیر۔ زیر بریانی ماہی۔ زیر بریانی خراسانی۔ خشکہ گیلان۔ سطجن پلاؤ قبولی۔ مزعفر۔ زردہ۔ گلتھی۔ بھولی۔ میٹھے چانول۔ تاری۔ قورمہ۔ قلیہ

پسندے۔ قیمہ سادہ۔ کتر بریدہ۔ دوپیازہ۔ بادامی۔ روغن جوش۔ کچا قورمہ
قورداغ بورانی۔ نرگسی۔ شامی کباب۔ فتہ کباب۔ تکہ کباب۔ سیخ کباب مرغ
کباب۔ مچھلی کباب۔ دلکے کباب۔ کلیجے کے کباب۔ خاگینہ۔ ستارہ۔ شبدیگ
دُلمہ۔ حلیم۔ ہریسہ۔ دم پخت۔ فرنی۔ پہنتا۔ منش۔ فالودہ۔ یاقوتی۔ ماقوتی تلاجی
متفراضی بششتر نگا۔ چورما۔ مالیدہ۔ ستورا۔ ترحلوا۔ ملائی۔ ربڑی۔ کندہ دودہ
دہی۔ اچار۔ چٹنی۔ مربہ۔ دلما۔ نان پاؤکے ٹکڑے۔ حلواسوہن۔ آبی تنکی۔ شیرمال
گاؤدیدہ۔ گاؤزبان۔ عوضی۔ سدوغنی۔ پراٹھا۔ چپاتی۔ مانڈا۔ نان پنبہ۔ نان مرصع
نان نعمت۔ باقرخانی۔ بینی۔ سنبوسے۔ کھجلے۔ کلچہ۔ قتلمی۔ برگ بغرا۔ نان خطائی
غرض ہر قسم کے کھانے ایسے خوش مزہ جنکے کھانے سے تمام کھانوں کی ہوس
دل سے جاتی رہی اور اُنکے دیکھنے سے بھوکا سیر ہوا اور سیر بھوکا۔ قصہ مختصر یہہ
محفل رشک ارم ایسی آراستہ ہوئی کہ آسمان کے جسم میں تارے آتش غیرت
کے چنگاریاں ہوئیں۔ اگر اُن کو کہکشان زنجیر میں نہ رکھے۔ تو دیوانوں کی طرح
زمین پر گرتی۔ اور زمین اپنی آراستگی کی خوشی میں اتنی بڑہی اور اونچی ہوئی
کہ اگر اُسکی خوشی کے سبب سے دوسرا جہان پیدا ہوتا تو تعجب نہ تھا۔ الغرض
جسگھڑی وقت شناسونکی نظر میں زہرہ اور مشتری کی نظر سے گل امید ہونٹ

اوقا تھا معلوم ہوا۔ بس اُسیوقت حُسن مروت کو وکیل۔ اور مہر و وفا کو گواہ
کرکے۔ بعوض مہر مبلغ بے تعداد سکۂ داغ جو سینہ کے صندوق میں سمائے
اور اُسی قدر آنسوؤں کے موتی جو عقل کامل تصور کی ترازو میں نہ تل سکیں
معہ اُن تین شرطونکے نکاح کی اجازت دی۔ **اوّل شرط** یہ کہ عشق ایسے
غصے سے حُسن کو نہ دیکھے کہ اُسکے رخسار پر نگاہ کا نشان پڑے **دوسری
شرط** یہ کہ عشق بے ہوشی میں اتنی دور نہ جائے۔ کہ اُسکے پاس آہ و نالے
کا قاصد نہ آسکے **تیسری شرط**۔ یار کے خیال کے سوا دوسری جگہ دل
نہ لگائے اِس اقرار نامہ کی تحریر اور مہر کی قبولیت کے بعد قاضی جذبۂ محبت
نے حُسن و عشق کا نکاح کردیا۔ مبارکباد کے شور و غل سے تمام جہان بھرگیا
رطب اللسانی کے چھوارے اِدھر اُدھر لینے لگے دلہن کی طرف کے
لوگ شربت دیدار پلاکر نقد ہوش شربت پلانے میں لینے لگے۔ تھوڑی
دیر کے بعد دولہا کو اندر بُلایا۔ جب دولھا اندر گیا تو اُسکی بہن بے
وحشت خانم نے اُسکے سر پر دوپٹہ کا آنچل ڈالکر دلہن کے پاس بٹھادیا
اب تو بی خرمی ڈومنی نے سمدھنوں کو گالیاں دینی شروع کیں اور
پھر غزل گانے لگی۔

غزل

پہنا گلے میں تمنے جو پھولونکا ہار ہے
سمدھن تمھارے حسن پہ کیا ہی بہار ہے

ہوتی ہے سیڑھی گرگردں سیدھی طرح بات
گھوڑی پہ آج باؤ کی سمدھن سوار ہے

سمدھن بتاؤ تمکو یہ کیسی ہے بیکلی
آرام تمکو اور نہ اک دم قرار ہے

کیونکر قرار ہوگا بھلا وقت بات چیت
سمدھن کا دیکھنے ہی سے دل بیقرار ہے

سوکھا ہی اُسنے پار اُتارا رقیب کو
سمدھن ہماری خوب سلیقہ شعار ہے

سمدھن نے ایسا باندھا ہے ڈھیلا ازاربند
ٹانگوں سے اُسکے اُتری ہی پڑتی ازار ہے

سمدھن خزیں سے تم نہ لگاوٹ کرو بوا
لایق تمہارے مُنہ کے کڑبڑا کہار ہے

پھر تو باتیں چلنے لگیں یعنے میٹھی میٹھی باتوں کی مصری کی ڈلیاں کبھی دلہن کے سر پر سے اور کبھی کھونے پر اور کبھی ہاتھ پر اور کبھی سر پر دولہا کو کھلانے لگیں۔ کوئی جوتی پر کا چیل پار لائی اور دولہا کی آنکھوں میں لگا گئی۔ کسی نے قفل لاکر دولہا کے مُنہ کے آگے بند کر دیا۔ کسی نے دولہا سے سنگدلی کی سل پر درد سر کا صندل گھسواکر مانگ میں بھرا کسی نے لڈو اور چکّی دلہن کے پلنگ کی نواڑ میں رکھدی۔ دولہا دلھن کے آگے دل کا آئینہ اور کتابی مُنہ کا قرآن رکھکر آرسی مصحف دکھایا۔ ایک

سے دوسرے کا منہ دیکھا۔ اب جہیز نکلنا شروع ہوا بے آرامی کا چھپر کھٹ بے خوابی کے بچھونے۔ سرگرانی کے تکئے عسرت کے برتن اور تہی دستی کے صندوق۔ دلسوزی کے شمعدان عجز وانکساری کی شطرنجیاں رعنائی کے کپڑے زیبائی کا زیور وغیرہ وغیرہ خیالی کھانوں کی دیگیں۔ بہوڑے کے دیکر اب دُلھن دولھا کو رخصت کیا۔ دولھا نے دلھن کو آغوش تصور میں لیکر دل کے محافے میں سوار کیا۔ اور آپ بیتابی کی گھوڑے پر سوار ہوکر چلا۔ داغ دل کی اشرفیاں دلہن کے محافے پر سے نچھاور کرتے ہوئے دولھا کے گہر آگئے دلہن کو اندر زنانے میں اُتروایا باہر مردانے میں براتیوں کو کھانا کھلایا۔ کھانے پینے کے بعد براتی رخصت ہوئے دولھا گہر میں آیا۔ عورتوں نے دلہن کے چھپر کھٹ کو آراستہ کیا ادھر ادھر جگر سوزی کا عود جلایا اور دلسوختگی کا لوبان روشن کیا۔ داغ حسرت اور گل مراد کے گلدستہ رکھے اب دولھا دُلھن چھپر کھٹ میں آنکر لیٹے۔ عشق کے دلکا شوق مثل دریا کے جوش میں آیا

اشعار

عاشق ومعشوق بہم ہوں جہاں   شوق بہت جوش میں آئی وہاں

طوطی جو آئینہ کو دیکھے کبھو　　چین نہ آئے اُسے بے گفتگو
دیکھے جو پروانہ کہیں شمع کو　　جاتے ہی سو جان سے قربان ہو

ابتو عشق نے حسن کو آغوش میں لیکر کبھی پستہ لب کے شور سے فرقت کے زخم پر نمک چھڑکا اور کبھی زبان کی شیرینی سے جدائی کے ناسور میں قند بھرا۔ تپ جدائی کے علاج کیواسطے کبھی عرق گلرخسارہ پیتا اور کبھی شربت لب عناب چاٹتا وصال کی پیاس کو کبھی انارپستان سے بجھاتا اور کبھی سیب زنخداں سے ضعف بصر کا علاج کرتا۔ سرگردانی کا علاج کبھی چشم بادامی ڈھونڈھتا۔ اور کبھی صفرہ دوری کی تدبیر ترنج غبغب سے چاہتا۔ الغرض شام سی صبح تک اسی بوس کنار میں گذری صبح کو لوگوں نے دولھا دلھن کو پارسائی کے حمام میں نہلا کر خون جگر سے ناشتا کرایا۔ اتنے میں دلھن کے بھائی ناز و نیاز آئے اور دلھن کو لے گئے۔ دولھا گھر سے باہر یار و میں آئے رات کے مزے میں ہونٹ چاٹتے ہوئے۔ یاروں نے کہا کہ کہو یار رات کا تو بیان کرو کہ کیا گذری۔ اُسوقت عشق نے آنکھوں میں آنسو بھر کر یہ قطعہ پڑھا۔

ہمنشیں لطف شب وصل تو تھا ہی کہ مجھے　　یہ گماں تھا کہ رہے کچھ نہ تمنا باقی
پر کہوں کیا دم رخصت جو مزا تھا کہ میرے　　دل میں رہا ہے اُس لطف و ادا کا باقی

بھینی بھینی سی وہ رنگت وہ نگہ میں کچھ شرم　　لب پہ بدرنگ سا کچھ پان کا لاکھا باقی
پھیکی پھیکی سی مسی صاف رہی دانتوں پر　　تھوڑا تھوڑا سا ایک انداز کا سرا باقی
ایک ایک گام پہ بل کھا کے کمر میں سو سو　　کاٹنا شوق نزاکت سے وہ رستہ باقی
اب نہ وہ شب کا مزہ اور نہ یہ صبح کا لطف　　رہ گیا اک کف افسوس کا ملنا باقی

غزل

تو زبان عدو کے سامنے نہیں

ہر بار ہمیں سے تمہیں ہے نہیں نہیں　　لیکن عدو کے سامنے چلتی نہیں نہیں

مطلع ثانی

انکار ہم سے اور کسی سے نہیں نہیں　　انصاف کی تو بات ہے تم جیسے نہیں نہیں
کہتے ہو سچ نہیں کوئی مستا جہاں میں　　ہاں ہاں نہیں نہیں کوئی ایسا نہیں نہیں
ملنا تمہارا غیر سے کیونکر کروں قبول　　آخر تو زہر ہے یہ کوئی انگبیں نہیں
میں ہی کسی کے پاس جاتا ہم نہیں سہی　　میں بھی تو شرمگیں نہیں ہوں تم جبیں نہیں
واللہ آج دال میں کالا ہے کچھ ضرور　　دیکھا تمہیں تو ایسا کبھی شرمگیں نہیں
بس آج دل سے فیصلہ اپنا ہے اے حزیں　　یا ہم نہیں و یا دل اندوہگیں نہیں

تمام شد